پندرھواں پارہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

سورۃ الاسراء

سورۂ اسراء مکی ہے، اس میں ۱۱۱ آیات اور ۱۲ رکوع ہیں، اسراء کا معنیٰ ہے رات کو لے جانا، چونکہ اس سورہ میں واقعہ معراج کا ذکر ہے جس میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ اور پھر وہاں سے آسمانوں پر لے جایا گیا تھا اس لئے اسے سورۂ اسراء کہا جاتا ہے، یہ واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا معجزہ اور آپ کے لئے بہت بڑا اعزاز تھا، یہ اعزاز انسانوں میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوا، یہ واقعہ بیداری کی حالت میں پیش آیا، اگر یہ نیند کی حالت میں پیش آیا ہوتا تو اسے اتنے اہتمام کے ساتھ قرآن کریم میں ذکر نہ کیا جاتا اور نہ ہی مشرکین اسے جھٹلاتے، کیونکہ خواب میں تو اس واقعہ سے بھی زیادہ عجیب وغریب واقعات اور مناظر انسان دیکھتا ہے اور کوئی بھی اسے جھوٹا نہیں کہتا، اس سورت کی پہلی آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ۔ واقعہ معراج کے علاوہ جو اہم مضامین اس سورت میں بیان ہوئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) بنی اسرائیل کو پہلے بتادیا گیا تھا کہ تم ملک شام میں دو بار فساد مچاؤ گے اور دونوں بار بطور سزا کے تمہارے اوپر اپنے بندوں کو مسلط کردیں گے۔ چنانچہ پہلی مرتبہ جب انہوں نے تورات کی مخالفت کی اور حضرت شعیب علیہ السلام جیسے انبیاء کو ناحق قتل کیا تو ان پر بخت نصر اور اس کے لشکر کو مسلط کردیا گیا جو پورے ملک میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پھیل گئے۔ انہوں نے علماء اور رؤساء کو قتل کردیا، تورات جلاڈالی، بیت المقدس کو ویران کردیا اور بہت سارے اسرائیلیوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ دوسری بار یہود کا فتنہ وفساد اس وقت عروج کو پہنچ گیا جب انہوں نے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو شہید کیا اور وہ گناہوں میں حد

سے بڑھ گئے، اب کی بار بابل کا ایک بادشاہ جسے بیردوس یا خردوس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان پر مسلط کردیا گیا۔ یہی فتنہ وفساد یہود کی تاریخ رہی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی انہوں نے اپنے آباء کی روایت کے مطابق جب جرائم اور سازشوں کی راہ اختیار کی تو ان پر مسلمانوں کو غلبہ عطا کردیا گیا جنہوں نے انہیں جزیرۂ عرب سے نکال باہر کیا۔ ماضی قریب میں ہٹلر ان کے لئے خدائی کوڑا ثابت ہوا جس نے بے شمار یہودیوں کو قتل کیا اور بے شمار کو زندہ جلا ڈالا، آج پھر ان کا فتنہ وفساد عروج تک پہنچ گیا ہے اب دیکھئے ان پر اللہ کا قہر کب نازل ہوتا ہے۔

(۲) قرآن کریم کی عظمت، انسان کی فطرت وطبیعت میں داخل جلد بازی اور ہر انسان کے ساتھ اس کے عمل اور نتائجِ عمل کے لازم ہونے کا ذکر کرنے کے بعد اجتماعی زندگی کے تقریباً ۱۳ اسلامی آداب واخلاق بیان کئے گئے ہیں، حقیقت میں اخلاق وآداب ہی کی وجہ سے کوئی امت اور فرد عزت اور عظمت کے مستحق بنتے ہیں، بعض حضرات نے ان آداب کو معراج کا پیغام بھی قرار دیا ہے، یہ آداب جو آیت ۲۳ سے آیت ۳۹ تک مذکور ہیں، درجِ ذیل ہیں۔

اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، والدین کے ساتھ بھلائی کرتے رہو، رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق مال دو، مال کو فضول خرچی میں نہ اڑاؤ، نہ بخل کرو نہ ہاتھ اتنا کشادہ رکھو کہ کل کو پچھتانا پڑے، اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، کسی جاندار کو ناحق قتل نہ کرو، یتیم کے مال میں ناجائز تصرف نہ کرو، وعدہ کرو تو اسے پورا کرو، ناپ تول پورا پورا کیا کرو۔ جس چیز کے بارے میں تحقیق نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو، زمین پر اکڑ کر نہ چلو، آخر میں دوبارہ کہہ دیا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو معبود نہ بناؤ۔

(۳) مشرکین کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے ہیں۔ (۴۰) اخروی زندگی کا انکار کرتے ہیں اور بڑے تعجب سے کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مرکر بوسیدہ ہڈیاں اور چورا چورا ہوجائیں گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا۔ (۴۹-۹۸) حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حسی معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں، کبھی کہتے ہیں ہم ایمان تب لائیں گے جب آپ ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کردیں، کبھی کہتے ہیں کھجوروں اور انگوروں کا باغ لہلہادیں، کبھی کہتے ہیں ہمارے اوپر آسمان کا ٹکڑا گرادیں یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ، کبھی کہتے ہیں تم اپنے لئے سونے کا گھر بنا کر دکھاؤ یا ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جاؤ اور وہاں سے کوئی تحریر لے کر آؤ۔ (۹۰-۹۳)

علاوہ ازیں اس سورت میں قرآن کریم کی عظمت وصداقت، اس کے نزول کے مقاصد اور اس کے معجزہ ہونے (۹-۸۲-۸۸)، اللہ کی طرف سے انسان کو تکریم دیئے جانے (۶۱-۶۵)، اسے روح اور زندگی جیسی نعمت کے عطا ہونے (۸۵)، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ تہجد کا حکم دیئے جانے (۷۸-۷۹)، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ (۱۰۱-۱۰۴) اور قرآن کریم کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی حکمت (۱۰۵-۱۰۶) جیسے مضامین بھی مذکور ہیں۔ سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شریک اور اولاد سے پاک ہے اور وہ اسماءِ حسنیٰ کے ساتھ متصف ہے۔

سورۃ کہف

سورۂ کہف مکی ہے، اس میں ۱۱۰ آیات اور ۱۲ ارکوع ہیں، کہف غار کو کہتے ہیں، چونکہ اس سورت میں غار والوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے اس لئے اسے سورۂ کہف کہا جاتا ہے۔ اس سورت کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ امام احمد، مسلم اور نسائی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ”جو شخص سورۂ کہف کی آخری دس آیات پڑھے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا“ اہل علم کہتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ جمعہ کے دن یا رات میں سورۂ کہف پڑھی جائے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے گا اس کے لئے دو جمعوں کے درمیان کو نور سے منور کردیا جائے گا۔“

سورۂ کہف ان پانچ سورتوں میں سے ایک سورت ہے جن کی ابتداء الحمدللہ سے ہوتی ہے باقی

چار سورتیں یہ ہیں ۔ فاتحہ ،انعام سبا اور فاطر ۔حضرت مولانا علی میاں نوراللہ مرقدہ نے اس سورت کی تفسیر میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں طویل غور وفکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس سورت کا موضوع ''معرکۂ ایمان و مادیت'' ہے اور اس سورت کا آخری دور کے فتنوں سے خاص تعلق ہے، جس کا سب سے بڑا علمبر دار دجال ہوگا، یہ سورت مسلمانوں کو دجال کے فتنہ سے مقابلہ کے لئے تیار کرتی ہے، اس سورت میں جتنے اشارے، واقعات اور مثالیں گزری ہیں وہ سب ایمان اور مادیت کی کشمکش کو بیان کرتی ہیں ۔سورۂ کہف میں تین قصے اور تین تمثیلیں بیان ہوئی ہیں ۔

اصحابِ کہف:

پہلا قصہ اصحاب کہف کا ہے، یہ وہ چند صاحبِ ایمان نوجوان تھے جنہیں دقیانوس نامی بادشاہ بت پرستی پر مجبور کرتا تھا، وہ ہر ایسے شخص کو قتل کر دیا کرتا تھا جو اس کی شرکیہ دعوت کو قبول نہیں کرتا تھا، ان نوجوانوں کو ایک طرف مال و دولت کے انبار، اونچے عہدوں پر تقرر اور معیارِ زندگی کی بلندی جیسی ترغیبات دی گئیں ، ان نوجوانوں نے ایمان کی حفاظت کو ہر چیز پر مقدم جانا اور اسے بچانے کی خاطر نکل کھڑے ہوئے ، چلتے چلتے شہر سے بہت دور ایک پہاڑ کی غار تک پہنچ گئے ،انہوں نے اس غار میں پناہ لینے کا ارادہ کیا، وہ جب غار میں داخل ہو گئے تو اللہ نے انہیں گہری نیند سلا دیا، یہاں وہ تین سو نو سال تک سوتے رہے، جب نیند سے بیدار ہوئے تو کھانے کی فکر ہوئی، ان میں سے ایک کھانا خریدنے کے لئے شہر آیا، وہاں اسے پہچان لیا گیا، تین صدیوں میں حالات بدل چکے تھے، اہلِ شرک کی حکومت کب کی ختم ہو چکی تھی اور اب موحد برسرِ اقتدار تھے، ایمان کی خاطر گھر بار چھوڑنے والے یہ نوجوان ان کی نظر میں قومی ہیروز کی حیثیت اختیار کر گئے ،اس قصہ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ مومن کو ایمان کے سلسلہ میں بڑا حساس ہونا چاہیے اور اگر خدانخواستہ مادیت اور ایمان دونوں میں سے کسی ایک کے انتخاب کا مرحلہ آئے تو اسے بہرطور ایمان کی حفاظت ہی کو ہر مادی چیز پر ترجیح دینی چاہیے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام:

دوسرا قصہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا ہے، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ کی طرف سے یہ اطلاع دی گئی کہ سمندر کے کنارے ایک ایسے صاحب رہتے ہیں جن کے پاس ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں تو آپ ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، چلتے چلتے آپ سمندر کے کنارے پہنچ گئے، یہاں آپ کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی اور آپ نے ان سے ساتھ رہنے کی اجازت مانگی، انہوں نے اس شرط کے ساتھ اجازت دی کہ آپ کوئی سوال نہیں کریں گے، پھر تین عجیب واقعات پیش آئے، پہلے واقعہ میں حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی کو پھاڑ ڈالا جس کے مالکان نے انہیں کرایہ لئے بغیر بٹھالیا تھا، دوسرے واقعہ میں ایک معصوم بچے کو قتل کر دیا، تیسرے واقعہ میں ایک ایسے گاؤں میں گرتی ہوئی بوسیدہ دیوار کی تعمیر شروع کر دی جس گاؤں والوں نے انہیں کھانا تک کھلانے سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تینوں مواقع پر خاموش نہ رہ سکے اور بول پڑے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تیسرے سوال کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے جدائی کا اعلان کر دیا کہ اب آپ میرے ساتھ نہیں چل سکتے۔ البتہ تینوں واقعات کی اصل حقیقت انہوں نے آپ کے سامنے بیان کر دی، فرمایا کشتی کا تختہ اس لئے توڑا تھا کیونکہ آگے ایک ظالم بادشاہ کے کارندے کھڑے تھے جو ہر سالم اور نئی کشتی زبردستی چھین رہے تھے، جب میں نے اسے عیب دار کر دیا تو یہ اس ظالم کے قبضے میں جانے سے بچ گئی یوں ان غریبوں کا ذریعہ معاش محفوظ رہا، بچے کو اس لئے قتل کیا کیونکہ یہ بڑا ہو کر والدین کے لئے بہت بڑا فتنہ بن سکتا تھا جس کی وجہ سے ممکن تھا وہ انہیں کفر کی نجاست میں مبتلا کر دیتا، جب کہ اللہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے انتہائی نیک والدین محض اس کی محبت میں ایمان تک سے محروم ہو جائیں۔ اس لئے اللہ نے اسے مارنے کا اور اس کے بدلے انہیں باکردار اور محبت واطاعت کرنے والی اولاد دینے کا فیصلہ فرمایا، گرتی ہوئی دیوار اس لئے تعمیر کی کیونکہ وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی، ان کے والدین اللہ کے نیک بندے تھے، دیوار کے

نیچے خزانہ پوشیدہ تھا، اگر وہ دیوار گر جاتی تو لوگ خزانہ لوٹ لیتے اور نیک والدین کے یہ دو یتیم بچے اس سے محروم ہو جاتے ، ہم نے اس دیوار کو تعمیر کر دیا تا کہ جوان ہونے کے بعد وہ اس خزانے کو نکال کر اپنے کام میں لا سکیں ۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمارے سامنے شب و روز جو واقعات پیش آتے ہیں، کسی کو جوانی یا بچپن میں موت آ جاتی ہے، کوئی کسی حادثہ کا شکار ہو کر زخمی ہو جاتا ہے، کسی کی عمارت گر جاتی ہے، کسی کا چلتا ہوا کاروبار ٹھپ ہو جاتا ہے تو ان تمام واقعات کے پس پردہ بڑی عجیب و غریب حکمتیں اور حقائق پوشیدہ ہوتے ہیں، اس دنیا کے ظاہر اور باطن میں بڑا اختلاف ہے، انسان کی نظر ظاہر میں اُلجھی رہتی ہے اور باطنی رازوں کے ادراک سے اس کی عقل قاصر رہ جاتی ہے، یہ قصہ مادیت کے ان علمبرداروں کی تردید کرتا ہے جو ظاہر ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور اس کے پسِ پردہ کسی حکیم و خبیر کی حکمت کے وجود سے انکار کرتے ہیں ۔ تیسرا قصہ ذوالقرنین کا ہے لیکن اسے انشاء اللہ ہم سولہویں پارہ کے اہم مضامین میں ذکر کریں گے ۔

تین مثالیں:

ان واقعات کے علاوہ تین مثالیں بھی سورۂ کہف میں ذکر کی گئیں ہیں ۔ پہلی مثال ایک قصہ کی صورت میں پیش کی گئی ہے، یہ قصہ ایک ایسے شخص کا ہے جو دو انتہائی ثمر بار اور قیمتی باغوں کا مالک تھا، ان باغات کے علاوہ مال و دولت کے حصول کے کئی دوسرے اسباب بھی اس کے لئے مہیا ہو گئے تھے، دولت کی کثرت نے اسے فخر اور غرور میں مبتلا کر دیا، وہ بڑے بڑے دعوے کرنے لگا، اسے یہ غلط فہمی ہو گئی کہ یہ ثروت و غنا اسے ہمیشہ حاصل رہے گی اور اس پر کبھی بھی زوال نہیں آئے گا، اس کا خیال تھا کہ اول تو قیامت قائم ہی نہیں ہوگی اور اگر ہوئی بھی تو وہاں بھی مجھے خوشحالی حاصل رہے گی ، اس کے صاحبِ ایمان دوست نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ اسباب کو خدا کا درجہ مت دو، انہیں سب کچھ نہ سمجھو اور اللہ کو ہرگز نہ بھولو، اس کائنات میں وہی کچھ ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے لیکن دولت نے اس کی آنکھوں پر ایسی پٹی باندھ دی کہ سورج سے

بھی زیادہ یہ روشن حقیقت اس کی سمجھ میں نہ آسکی، پھر اللہ کا عذاب آیا اور اس کے باغات جل کر کوئلہ ہوگئے، تباہی اور بربادی کے بعد وہ پچھتانے لگا کہ اے کاش! میں نے شرک نہ کیا ہوتا اور اسباب کو خدا کا درجہ نہ دیا ہوتا مگر اس کا پچھتاوا اس کے کسی کام نہ آیا۔ یہ بات واضح ہے کہ یہ شخص خدا کو مانتا تھا اور قیامت کا مبہم سا تصور بھی اس کے دل میں تھا اور یہ جو اس نے کہا کہ ''اے کاش! میں نے شرک نہ کیا ہوتا'' تو اس سے مراد ''شرک فی الاسباب'' تھا یعنی اسباب ہی کو سب کچھ سمجھ لینا اور مسبّب الاسباب کو بھول جانا، اگر بے لاگ تجزیہ کیا جائے تو ہم یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ غیر مسلم تو اس شرک میں مبتلا تھے ہی، بہت سارے مسلمان بھی اس شرک میں مبتلا ہو چکے ہیں، اس میں شک نہیں کہ اسباب کو اختیار کرنا ایمان اور توکل کے منافی نہیں مگر اسباب کو مؤثر بالذات سمجھنا یقیناً ایمان کے منافی ہے۔

دوسری مثال جو بیان کی گئی ہے وہ باری تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے ''اور ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کردو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے (زمین کی روئیدگی کا معاملہ) آسمان سے ہم نے پانی برسایا اور زمین کی روئیدگی اس سے مل جل کر ابھر آئی (اور خوب پھلی پھولی) پھر (کیا ہوا؟ یہ کہ) سب کچھ سوکھ کر چوراچورا ہوگیا، ہوا کے جھونکے اسے اڑا کر منتشر کررہے ہیں اور کون سی بات ہے جس کے کرنے پر اللہ قادر نہیں۔'' (آیت ۴۵) یعنی زوال اور فنا میں دنیا کی زندگی اس بارش کی طرح ہے جو آسمان سے برستی ہے اس کی وجہ سے پوری زمین سرسبز ہوجاتی ہے، فصلیں لہلہا اٹھتی ہیں، پھول کِھل جاتے ہیں، ہر طرف خوشنما منظر دکھائی دیتے ہیں پھر اس کمال پر زوال آتا ہے ہے، پھول مرجھا جاتے ہیں، پتے جھڑنے لگتے ہیں، فصل کو کاٹ دیا جاتا ہے، اسے پیروں تلے روندا جاتا ہے، وہ چوراچورا ہوکر ہوا میں بکھر جاتی ہے، یہی حال دنیا کی نعمتوں کا ہے جو کہ زوال پذیر ہیں، صحت، جوانی، زندگی، خوشحالی اور عیش وعشرت کی ساری صورتیں عارضی ہیں، ان نعمتوں کی وجہ سے صرف جاہل اور احمق ہی دھوکے کا شکار ہوتے ہیں، اصحابِ عقل جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ دنیا کی زندگی کا سامان اور زینت

ہے، باقی رہنے والی اور ہمیشہ کی زندگی میں کام آنے والی چیزیں نیک اعمال ہیں، صدقہ خیرات ہے، ذکر و تلاوت ہے، اچھے اخلاق ہیں اور بنی نوعِ انسان کی سچی ہمدردی ہے۔

تیسری مثال تکبر اور غرور کی ہے اور اسے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ابلیس کے قصہ میں بیان کیا گیا ہے جب اس نے کبر و غرور کی وجہ سے اللہ کے حکم کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا، اس کا خیال تھا کہ میں افضل ہوں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ افضل، مفضول کے سامنے سجدہ کرے۔ اس قصہ کے ضمن میں انسان کو سمجھایا گیا ہے کہ وہ کبھی بھی فخر اور گھمنڈ میں مبتلا نہ ہو اور اللہ کے حکموں کے سامنے منطق نہ لڑائے کہ بندگی کا تقاضا تسلیم و انقیاد ہے نہ کہ حجت بازی اور انکار!۔

☆......☆......☆

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]